صنفی مساوات: تاریخی تناظر میں بحوالہ خصوصی بلوچستان

ڈاکٹر غلام فاروق بلوچ*

ڈاکٹر سعیدہ مینگل**

Abstract

As a matter of fact the human society has spread to such an extent for the last two centuries and the human population has also increased which is making the achievement of the self-interests of human beings faster than before. Although the human being since it's very inception has the negative traits of ferocity and animosity, this way has the war for self-interests grew faster as a consequence the poor became the subject of command and the dominant strata became handful in number. Despite this, they became the honors of all human resources. In this war of self-interests the deprived women folk were affected adversely in both cases of war and peace. Today throughout the world the organization for women and their social freedom are at their swing and fighting a perennial war for the attainment of the same kind of equality. Unfortunately, the men are ascribed responsible for the backwardness of women. Even though, man do not participate in such evil activities rather they have a group of human beings who think about self-interests and selfishness. It is not important the group consists of men only but the group equally consists of men and women both. Women are not maligned in all

* اسسٹنٹ پروفیسر (تاریخ)،مرکزِ مطالعۂ بلوچستان ،جامعہ بلوچستان،کوئٹہ

** اسسٹنٹ پروفیسر/چیئرپرسن،شعبہ تاریخ،جامعہ بلوچستان،کوئٹہ

societies even if they are backward. The reasons for the backwardness such societies are diverse reasons. Men are fighting for their rights in serene with women and this war is continued at present. The above autobiography is about equality of rights between men and women in a modern age which has enlightened the right and the characters and women in the annals of history. Along with this the rights of women in Balochistan has been taken into notice. Certainly, it is a prolonged subject matter which cannot be explained in a few pages. Anyway, a few words are presented about the status and the problems of women.

تعارف:Introduction

دراصل انسانی سماج پچھلی دوصدیوں میں اتنا پھیل گیااورانسانی آبادی میں اتنااضافہ ہوا کہ جس نے انسانوں میں مفادات کے حصول کی جنگ کو تیز تر کردیا۔ گوانسان آغاز سے ہی وحشت اوردرندگی کی خصلتیں رکھتاہے لہذاجب مفادات کی جنگ تیز ہوگئی تواس جنگ کے نتیجہ میں کمزورمحکوم تر ہوتا گیا اورطاقتورکاحلقہ کم تعدادہونے کے باوجودتمام انسانی وسائل کامالک بنا۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ متاثرعورت کی ذات ہوئی کہ جوجنگ یا امن ہر دو صورتوں میں متاثرہوتی چلی گئی۔ آج دنیابھرمیں عورتوں کی معاشرتی آزادی کی تنظیمیں سرگرم ہیں اور معاشرہ میں اس صنف کے لیے مساوی درجہ کے حصول کی جنگ لڑرہی ہیں۔ بدقسمتی سے عورت کی پسماندگی کی ذمہ دارصرف مردذات کوٹھہرایاجاتاہے حالانکہ اس برے عمل میں سارے مردشامل نہیں ہوتے بلکہ مفادپرست اورخودغرض انسانوں کے گروہ ہوتے ہیں کہ جن میں ضروری نہیں کہ سارے مردہوں بلکہ ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ عورت کا استحصال تمام معاشروں میں نہیں ہوتا البتہ اگرمعاشرہ پسماندہ ہے تواس معاشرے کی پسماندگی کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں مردحضرات آج عورتوں کے شانہ بشانہ ان کے حقوق کی جنگ لڑرہے ہیں اور یہ جنگ اب بھی جاری ہے۔ زیرِنظرمقالہ دورجدیدمیں مردوعورت یعنی ہردواصناف کی معاشرتی برابری اور حقوق کی یکساں تقسیم کے بارے میں ہے کہ جس میں تاریخ کے دریچوں میں عورت کے کردار کو تلاش کرنے اور اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی بلوچستان کے

معاشرے میں عورت کے مقام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یقیناً یہ ایک طویل مضمون ہے لہٰذا اسے چند اوراق میں رقم نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال عورت کے مقام و مرتبہ، حیثیت اورمسائل پر چندمختصر الفاظ حاضرخدمت ہیں۔

عورت سماجِ انسانی کی روح ہوتی ہے کہ جس کے بغیر بلاشبہ نہ تو زندگی کی تخلیق ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کائنات کے خالق کی مقصدیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ اگرانسانی ارتقاَ میں خاندان سب سے اہم اوربنیادی کردارادا کرتاہے تواس خاندان کی اصل بنیادگذارایک عورت ہی ہوتی ہے کہ جوانسانوں کوجنم دیتی ہے اورمعاشرے میںعددی لحاظ سے اضافہ کرتی ہے اور خاندان کو قبیلہ اور قبیلوں کونسلوں اور اقوام میں تبدیل کر دیتی ہے۔ بلاشبہ عورت کی ہمدردی پہاڑوں سے بھی اونچی ہوتی ہے اوراس کی محبت اورخلوص کوکسی بھی پیمانے میں ناپانہیں جاسکتا۔ عورت ماں،بہن،بیوی اوربیٹی کے روپ میںیقیناً تحفہ خداوندی ہے اورجس گھرمیں کوئی عورت نہ ہووہ مثلِ ویرانہ ہوتاہے بھلے اس میں دس مرد بستے ہوں مگر وہ گھر مکمل طور پر خالی خالی اور غیرمنظّم نظرآتاہے، اور اگر پورے معاشرے کو عورت کی ذات سے خالی کردیاجائے تو بھلا وہ معاشرہ کتنی دیر اپنا وجود قائم رکھ سکتاہے۔ لہٰذااس حقیقت سے انحراف نہیں کرناچاہیے کہ عورت معاشرتی بقاَ کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ مردذات ضروری ہوتاہے۔ مگردیکھایہ گیاہے کہ اکثروبیشترتقریباًدنیابھرمیںعورت کووہ مقام ،مرتبہ، اہمیت اورحیثیت نہیں دی جاتی کہ جس کی وہ حقدارہے۔ اسے بعض کمزوراوربوسیدہ معاشروں میںانتہائی پست درجہ کاحامل کردارخیال کیاجاتاہے۔ حتیٰ کہ بعض وحشی اورپست معاشروں میں خاص تہواروں پر عورتوں کی قربانی دی جاتی ہے اور ایسی سینکڑوں مثالیں ہمیں ماضی کی تاریخ میں بھی ملتے ہیں کہ جہاں دریائی سیلابوں کو روکنے کے لیے جوان لڑکیوں کو سپرد آب کیا جاتا تھا تا کہ ناراض دیوتا ایک جوان اور خوبصورت لڑکی پا کر خوش ہوجائیں اورسیلاب کوختم کردیں یاکم ازکم ٹال دیں۔

پاکستان ایک کثیرالاقومی ملک ہے کہ جہاں کئی ثقافتی گروہ رہتے ہیںجن کا تاریخی پس منظرانتہائی طویل ہے۔ پاکستان کے تمام قومی گروہ مثلاًبلوچ،سندھی،پشتون اورکئی دیگرچھوٹے بڑے قومی اورنسلی گروہ۔ ان میں سے ہر گروہ کی اپنی ثقافت، روایات، سماجی ادارے اور

جغرافیائی حدود ہیں۔ یہ تمام گروہ صدیوں سے اپنی اپنی حدود میں رہتے چلے آرہے ہیں اورہمیشہ نہ صرف ایک دوسرے کی ثقافتوں پراثرانداز ہوتے رہے ہیں بلکہ بسااوقات بیرونی تہذیبوں کے بھی بڑے گہرے اثرات یہاں کے معاشرتی نظام کومتاثرکرتے رہے ہیں جنکی گہری چھاپ پاکستان کے جغرافیائی حدودمیں رہنے والی تمام اقوام کی ثقافتوں میں نظرآتی ہے۔ بلوچ ،سندھی اورپشتون اقوام کی بہت ساری رسومات اوررواجات آپس میں ملتی جلتی ہیں اورخصوصاًعورت کی عزت اوراحترام کے حوالے سے یہ معاشرے مثالی سمجھے جاتے ہیں۔

عورت اورقدیم تہذیبیں

دنیا کی تاریخ پراگرایک سرسری نظرڈالی جائے توپوری دنیا کی تاریخ میں کئی نشیب و فراز نظر آئیں گے۔ کوئی بھی تہذیب کہ جس نے مقامی، براعظمی یابین الاقوامی شہرت اورناموری حاصل کی ہو بالآخر فنا ہی اس کے نصیب میں آئی ہے۔ چاہے ہم اولین انسانی بستیوں پر نظر ڈالیں یا ان عظیم تہذیبوں پر کہ جنہوں نے شہرت، ناموری، ترقی، ملک گیری اور طاقت میں عروج و کمال حاصل کر لیا تھا کوئی بھی فنا کے ہاتھوں نہ بچ سکا۔ طاقتور نے ہمیشہ کمزور کا گلہ گھونٹا۔ اس تمام تر انسانی تاریخ میں عورت کاتذکرہ بہت کم ملتاہے جس کی وجہ سے یہ کہا جاتاہے کہ عورت کو ہمیشہ محکوم اور مظلوم رکھا گیا اور مرد نے ہمیشہ اسے اپنا دست نگر بنائے رکھا۔ یہ بات تاریخی دور کے چند تہذیبوں یا تہذیبی ادوارکی حدتک تو درست ہے یا پھر ان وحشی قبائل کی حد تک کہ جہاں عورت کوکسی قابل نہیں سمجھا جاتا تھا مگر یہ بات تمام انسانی ادوارپر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ تاریخ سے قبل بھی ایک دورگذراہے کہ جسے قبل ازتاریخ دور کہا جاتا ہے، یعنی وہ دورکہ جب انسان نے نیا نیا زمین پربسنا، کچے یا جھونپڑا نما گھر بنانا، ابتدائی بنیادوں پرزراعت سیکھنا، مٹی کے برتن بنانا وغیرہ سیکھا تھا۔ اس دورکوعام طور پر ابتدائی اشتمالی نظام یاFirst Comparative System کہتے ہیں۔[۱] اس زمانے میں انسان جو بھی پیداوار حاصل کرتا وہ کسی کی بھی انفرادی ملکیت نہیں ہوتی تھی بلکہ ان پر کمیونٹی کے سارے لوگوں کا برابر حق ہوتا تھا۔ اس وقت بھی معاشرے میں استحکام قائم رکھنے کی ضرورت

تھی اوراس استحکام کوقائم رکھنے کی ذمہ داری عورت کوسونپ دی گئی کہ جسے بھاگوان کہا جاتا تھا۲ یعنی روزی تقسیم کرنے والی۔ یہ تھامردانہ معاشرے کاپہلااوربنیادی قدم کہ جس نے سیاسی اورسماجی ذمہ داریاں عورت کوسونپ دیں۔ قدیم معاشرے زرعی ہوتے تھے یعنی انسان بالکل ابھی ابھی شکاری زندگی ترک کرکے اپنی بقاکی خاطردیگروسائل قدرت سے استفادہ کرناشروع کرچکاتھااورزراعت کاآغاز انسانی معاشرے میں انقلابی تبدیلی کاباعث بنا اور انسان خودکفیل ہوتا گیا۔ اس کی پیداواری صلاحیتوں میں اضافہ ہوااوراس نے کئی صنعتیں مثلاً برتن سازی، چمڑا سازی، چوب سازی وغیرہ میں بے پناہ ترقی کی۔ ماقبل ازتاریخ انسانی دور کا سفرہزاروں سالوں پرمحیط ہے۔

دنیاکے جن مقامات پربھی آثارقدیمہ دریافت ہوئی ہیں ان میں گوکہ بعض اشیأ یاپورے سماج ایک دوسرے سے مختلف ہونگے مگرایک بات تمام معاشروں میں یکساں ملتی ہے یعنی عورت کی قدیم مورتیاں۔ جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ عورت کوہرمعاشرے میں تقدس کاانتہائی درجہ حاصل تھا اور اس کی مورتی کی باقاعدہ پوجاکی جاتی تھی۔ آثارقدیمہ کی دریافتوں سے یہ بات آشکاراہوتی ہے کہ عبادت گاہوں اورگھروں میں عورتوں کی مورتیاں رکھی جاتی تھیں اورکسی بھی کام یاعمل کے آغازسے پہلے ماتامورتی کی پوجاکی جاتی تھی۔ بعض بت پرست معاشروں میں اب تک عورتوں کے مورتیوں کی نہ صرف پوجاکی جاتی ہے بلکہ معاشرتی طورپربھی عورت کواعلیٰ درجہ اورسماجی مرتبہ حاصل ہے۔ مثال کے طورپرہندومعاشرہ میں کئی ایسی مورتیاں شامل ہیں کہ جوعورتیں ہیں اورہندودیومالا میں ان عورتوں کااہم ترین کردار رہاہے۔

قبل ازتاریخ دورکی تمام بڑی تہذیبوں میں دنیااورانسان کی تخلیق کے بارے میں جتنے بھی عقیدے تھے ان سب نظریات اورعقائدمیں تخلیق کے عمل میں دیوتاؤں کے ساتھ دیویاں بھی شامل رہی ہیں اوربنیادی کرداراداکرتی رہی ہیں۔ ان دیوی دیوتاؤں کے تذکروں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں کہ جن کے قبضہ واختیارمیں بہت کچھ ہوتاتھا۔ میسوپوٹیمیایعنی قدیم عراق کی تمام تہذیبیں (سمیری،آشوری،کلدانی،بابلی وغیرہ)میں عشتاردیوی۳ کادرجہ اورمقام اورقدیم فارس کی قبل از زرتشتی تہذیب میں اناہتایاناہیددیوی۴ کامقام ومرتبہ تاریخ کے صفحات

پرمرقوم ہے۔ اسی طرح قدیم مصری، فنیقی اور یونانی تہذیبوں میں بھی عورت کا کردار یا تو مرد سے افضل رہا ہے یا پھر اس کے برابر۔[۵] اور صدیوں تک یہ تقدس برقرار رہا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئی۔ اگر کوئی تہذیب زوال پذیر ہو جاتا اور اس کی جگہ کوئی اور تہذیب لے لیتی تو بھی دیویوں کے درجات میں کوئی کمی نہیں آتی جبکہ مرد دیوتاؤں پر اکثر زوال آتا رہتا تھا۔

عورت بحیثیت شہنشاہ ماضی قدیم میں

صرف یہی نہیں کہ قبل از تاریخ دور میں عورت دیوی کی صورت میں نظر آتی ہے یا صرف اس کا مقام و مرتبہ مذہبی نوعیت کا ہے بلکہ ایسی شہادتیں بھی ملتی ہیں کہ جن سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ زمانہ ماضی قدیم میں عورتوں کو مکمل سیاسی اختیارات بھی حاصل تھے اور وہ ملکی سربراہ اور شہنشاہ بھی بن سکتی تھیں۔ قدیم عراق کہ جسے میسوپوٹیمیا کہا جاتا تھا[۶] میں ایک قوم بنی آشور کا تذکرہ ملتا ہے کہ جس نے بابل میں ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی تھی[۷] جس کی سرحدیں مشرق میں موجودہ ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھیں اور شمال میں وسط ایشیاً تک اس قوم کا قبضہ تھا۔ مصر کی عظیم الشان تہذیب اس قوم کے سامنے سرنگوں ہو کر باجگذار بن چکی تھی جبکہ ایران پر اس کا مکمل تسلط قائم تھا حتیٰ کہ اپنے زمانے کا سپر پاور تھا۔ اس قوم نے کئی بار اور صدیوں تک عراق اور ایک وسیع دنیا پر حکومت کی۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس قوم میں ایک ایسی عورت گذری ہے کہ جس نے اس تہذیب کو اوج ثریا عطا کی اور اس کی سرحدیں موجودہ ہندوستان تک پہنچادیں۔[۸] اس حکمران اور بہادر عورت کا نام مؤرخین سیمی رامس تحریر کرتے ہیں[۹] اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ شاہسوار عورت بابل سے نکلی اور پھر فتوحات کے پھریرے اڑاتی ہوئی آخرکار ہندوستان پہنچی مگر بدقسمتی سے اس عورت کو ہندوستان فتح کرنے کی مہم میں ناکامی ہوئی اور شکست کھا کر براستہ مکران، عازم ایران وعراق ہوئی۔[۱۰] بابائے تاریخ ہیروڈوٹس اپنی کتاب کہ جو دنیا میں تاریخ کی پہلی کتاب کہی جاتی ہے لکھتا ہے کہ صرف سیمی رامس ہی نہیں بلکہ ایک اور آشوری خاتون نے عراق پر حکومت کی ہے کہ جو اصلاحات اور رفاہی کاموں کے لیے تاریخ میں بڑی شہرت رکھتی ہے۔ ہیروڈوٹس اس

کا نام نیٹوکریس تحریر کرتا ہے۔[۱۱] اور یہ بھی لکھتا ہے کہ ان کے دور میں عراق نے بڑی ترقی کی گوکہ اس خاتون نے سیمی رامس کی طرح فتوحات نہیں کیے مگر ملک کے اندر ایسی اصلاحات نافذ کیں کہ جن کی بدولت آشوری تہذیب بامِ عروج تک پہنچ گئی۔[۱۲] اسی طرح ماضی کی کئی دیگر تہذیبوں میں بھی عورتوں کا صرف مذہبی تقدس کا مقام ومرتبہ ہی نظر نہیں آتا بلکہ ان کے سیاسی اختیارات کی تاریخ بھی ملتی ہے۔

عورت اور مذاہب آسمانی

مذاہب انسانی میں بھی عورت کا کردار نظر آتا ہے یعنی کہیں پر عورت پیغمبر کا وفادار ترین ساتھی کے روپ میں نظر آتا ہے تو کہیں پر اس کی بااعتماد رفیق حیات کے روپ میں۔ اگر کہیں پر ہاجرہ کا بیٹا قربانی کیلئے مقبول ہوتا ہے تو کہیں پر مریم کے لعل کو صلیب سے گذارا جاتا ہے۔ اگر کہیں سائرہ کا شوہر دہکتی ہوئی آگ میں جھونکا جاتا ہے تو کہیں پر موسیٰ کی ماں اپنے شیرخوار لخت جگر کو فرعونی سپاہیوں کی خون آشام تلواروں سے بچانے کی خاطر سپرد سیل رواں کر دیتی ہے اور اللہ کے نام کو سر بلند کر دیتی ہے۔ مذاہب میں تو آغاز سے ہی عورت مرد کے ساتھ ہے اور اسے عقل ودانائی عطا کرنے کا سبب بنتی ہے اور ساتھ ہی دنیا میں لانے کی وجہ۔ اگر حواؑ آدمؑ کو دنیا میں لانے کا سبب نہ بنتی تو ہمارے پیارے آخری نبی ﷺ اس دنیا میں کیسے تشریف لاتے۔ یعنی اگر عورت نہ ہوتی تو انسانی معاشرہ تو کجا انسان کا تصور بھی نہ ہوتا بلکہ بذات خود تصور تک نہ ہوتا۔ کسی بھی الوہی مذہب کی تعلیمات میں عورت کی حق تلفی نہیں کی گئی ہے چاہے وہ یہودیت ہو یا عیسائیت۔ حتیٰ کہ جتنی بھی آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئی ہیں ان میں عورت کا درجہ معاشرتی لحاظ سے بلندتر بیان ہوا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعدازاں اس مذہب کے ماننے والوں اور مذہبی وحکمران طبقات نے اپنے مفادات کی خاطر اپنے بعض اقدامات کو مذہبی احکامات کا نام دیکر اپنے عقائد کا حصہ بنایا ہو یا پھر اپنے سیاسی اورذاتی مفادات کی خاطر بعض عقائد واحکامات کو مذہب سے خارج کیا ہو وگرنہ اللہ پاک نے جس صنف کو خود تخلیق کی ہو اس کی حق تلفی کا حکم نہیں دے سکتا۔ لہٰذا یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے

کہ کسی بھی آسمانی مذہب نے ذات انسانی کی نفی نہیں کی اور نہ ہی جنس کے لحاظ سے ایک کودوسرے پرفوقیت دی۔ بلکہ ہرمذہب نے تقویٰ کوہی اپنابنیادی قانون بنایااورانسانوں کوتولنے کاپیمانہ بھی تقویٰ قرارپایا۔ البتہ یہ درست ہے کہ ماضی کے غیرالہامی اوربت پرست طبقات کی فحاشیت،عریانیت اورمورتیوں کی پوجاکے برعکس الہامی مذاہب نے عورت کے لیے معاشرہ میں زیادہ باوقاراورباعزت مقام کاتعین کیا۔ پوجاکے لیے الہامی مذاہب نے اللہ تعالیٰ کی ذات کومخصوص کیااورعورت کوماں،بہن،بیوی اوربیٹی جیسے بلنداوراعلیٰ مراتب عطاکیے۔ الہامی مذاہب کے پیروکاروں نے بھی آہستہ آہستہ اپنے مذاہب میں ترامیم وتبدیلیاں کرکے قدیم قوانین چھوڑدیے جس کی وجہ سے اکثراوقات عورت کامقام معاشرتی طورپرگھٹ جاتااورمردحضرات اپنی طرف سے کی گئی مذہبی ترامیم کے ذریعے عورت کے مقام اورمرتبہ پرڈاکہ ڈالتے اوراس کے حقوق سلب کرتے مگرپھرکوئی پیغمبریامصلح سابقہ عقائدواحکامات کی بحالی کیلئے جدوجہدکرتا۔

عورت اوراسلام

حتیٰ کہ تہذیب انسانی کے مذہبی عقائدکاسفرعرب آپہنچااور571ء میں اس کائنات کے سب سے بہترین انسان نے اس دنیاکواپنے وجودمبارک سے شرف عطاکیااوررسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ ُ علیہِ وآلہِ وسلَّم اس دنیامیں تشریف لائے اورایک ایسابہترین نظامِ انسانی اپنے ساتھ لے کرآئے کہ یقیناًاس نظام پرمکمل طورپرعمل کرنے سے ہرانسان چاہے مردہویاعورت،فلاح پاسکتاہے۔ حضرت محمدﷺ آخری پیغمبرہیں کہ جنکے بعدنبوت کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بندکردیے گئے۔ آپﷺ اپنے ساتھ دین اسلام لے کرآئے کہ جس میں ہرچیزاورہرصنف کے الگ الگ مراتب مخصوص کیے گئے اورہر ایک کے حقوق کاتعین کیاگیا۔ اوریہ وہ دین ہے کہ جس کے تحفظ اورسلامتی کی ذمہ داری خوداللہ پاک نے اٹھائی ہے۔ لہٰذااس کے احکامات اورعقائدمیں تبدیلی کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اگران اسلامی احکامات پرصحیح عملداری کی جائے تویقیناًکسی بھی شخص کوچاہے وہ عورت ہویامردحق تلفی کی

شکایت نہیں ہوگی۔ قرآن مجید میں سورہ نساء اور سورہ نور سمیت کئی دیگر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حقوق اور ان کے لیے احکامات بیان فرمایا ہے اور ہر ایک بات کی صحیح صحیح وضاحت کی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث مبارکہ میں بھی حضور پاک ﷺ نے ہر صنف کے الگ الگ حدود بیان فرمائے ہیں جن پر ہر دو اصناف کے عمل کرنے سے شکایتیں خود بخود ختم ہوسکتی ہیں۔

اسلامی تاریخ کو اگر بغور دیکھا جائے تو اس میں ہر شعبہ زندگی میں عورت سرگرم کردار ادا کرتی نظر آتی ہے۔ کیا کسی نے اس بات پر کبھی غور کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ کو نبوت ملنے سے پیشتر ایک عورت نے ہی پہچان لیا تھا کہ آپ ﷺ کوئی معمولی ہستی نہیں ہیں یعنی آپ ﷺ کی پہلی زوجہ مبارکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ والطاہرہؓ کہ جن کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ آپؓ پہلی مسلمان تھیں۔ یعنی اسلام کے تاجدار کے ساتھ جب رفیق سفر کی ضرورت اللہ تعالیٰ نے محسوس کی تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ والطاہرہؓ کی صورت میں بہترین رفیق حیات عطا کیا۔ حتیٰ کہ اسلام کی یہ جانثار خاتون اور ام المؤمنین جب تک زندہ رہیں آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی حالانکہ کثیر الزوجیت عرب کے عام قوانین کا حصہ تھا اور تقریباً ہر عرب اس پر عمل کرتا تھا مگر جب تک حضرت خدیجہؓ زندہ رہیں آپ ﷺ ان کی زندگی میں دوسری عورت نہیں لائے۔ حتیٰ ان سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب مدینۃ المنورہ میں ایک بار ام المؤمنین حضرت بی بی عائشہؓ نے حضرت خدیجہؓ کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا سخت برامنایا اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح دیگر امہات المؤمنین میں سے بھی ہر ایک نے اپنے حدود اور اختیارات کے مطابق اسلامی معاشرے کی بقا اور سلامتی اور دین کی سربلندی کیلئے خدمات سرانجام دیں۔ سماجی کاموں میں امہات المؤمنین بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ غریب اور مستحق بچیوں کی شادی اور جہیز وغیرہ کا بندوبست کرنا، بیواؤں، ضعفاء، غریب اور مساکین کی خوب مدد کرتی تھیں اور اس نوع کے دیگر سماجی کاموں میں پیش پیش رہتی تھیں۔ تاریخ اسلام امہات المؤمنین کی سماجی خدمات کے تذکروں سے بھرپور ہے اور ان کی سماجی خدمات کو خوب اجاگر کرتی ہے۔

اسی طرح اسلامی عسکری تاریخ میں بھی کئی خواتین کے تذکرے ملتے ہیں کہ جنھوں نے جنگوں میں نہ صرف بہادری کے کارنامے سرانجام دیے بلکہ افواج کی سربراہی بھی کی۔ زیادہ

دورجانے کی ضرورت نہیں بلکہ جنگ جمل کوہی دیکھئے کہ جس میں ام المؤمنین حضرت بی بی عائشہؓ حضرت علیؓ کے خلاف لشکرکی کمانداری کرتی ہے اورجمل نامی اونٹنی پرسوارہوکرمیدان جنگ میں کودپڑتی ہے اوراپنے افواج کی بھرپورکمانداری کرتی ہے۔ ان کی اونٹنی کی وجہ سے یہ جنگ، جنگ جمل مشہورہوئی۔[۱۳] اسی طرح احزاب میں حضورپاکﷺ کی پھوپھی ،حضرت زبیربن العوامؓ کی رفیق حیات اورحضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی صفیہؓ نے بہادری کے ایسے جوہردکھائے کہ جن کی وجہ سے یہودیوں اورمشرکین مکہ کامشترکہ لشکربھاگ جانے پرمجبورہوا۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

ہندوستان یعنی برصغیرمیں بھی ایسی خواتین کے تذکرے ملتے ہیں کہ جنہوں نے سیاسی اورعسکری تاریخ میں بڑانام پیداکیا۔ سلطان شمس الدین التمش کی صاحبزادی سلطانہ رضیہ کے نام سے ہرشخص واقف ہوگاکہ جنہوں نے اپنے والدکی وفات کے بعدحکومت وسیاست کی بھاگ دوڑسنبھالی گوکہ وہ چارسال بعدقتل کردی گئی مگرتاریخ گواہی دیتی ہے کہ ان چارسالوں میں انہوں نے ہندوستان کی نوزائیدہ اسلامی ملک کوبچانے کی بھرپورکوشش کی۔ اسی طرح ہندوستان میں برطانوی تسلط کے خلاف جھانسی کے علاقے کی ملکہ، کہ جسے تاریخ میں جھانسی کی رانی کے نام سے شہرت ملی،[۱۴] کی تاریخ سازمسلح جدوجہدسے ہرشخص واقف ہوگا۔ ان کاکرداربرصغیرکی تاریخ کوجلا بخشتا ہے۔

اس طرح کی سینکڑوں عسکری واقعات سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں کہ جویقیناً تاریخ میں عورت کے اعلیٰ ترین کرداراورعمل کی غماز ہیں اورتاریخ میں یہی واقعات عورت ذات کی قدرومنزلت میں اضافہ کاباعث بنتی ہیں۔ صرف اسلامی دنیاہی نہیں بلکہ دیگراقوام اورتہذیبوں میں بھی عورت کاکردارواضح نظرآتاہے۔

بلوچستان کی قدیم تہذیب اورعورت کامقام

جہاں تک بلوچستان کاتعلق ہے تواس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پہلے بلوچستان کی ماقبل تاریخی پس منظرکودیکھاجائے۔ بلوچستان کی ماقبل تاریخی دورکے بارے میں مہرگڑھ کے آثاریہ بتاتے ہیں کہ اس خطہ کاتہذیبی سفرلگ بھگ 11000ہزارسال قدیم ہے۔[۱۵] یہی

وہ اولین بستی شمار کی جاتی ہے کہ جہاں شکاری انسان نے اپنے لیے زمین پر مساکن بنائے اور پہاڑوں اورغاروں کی زندگی ترک کردی۔ تاریخ سے یہ بات بھی آشکارا ہوتی ہے کہ زراعت کا آغاز بھی عورتوں کی محنت اور تحقیق کا نتیجہ تھا کہ جو قابل استعمال قدرتی جڑی بوٹیوں اور پودوں کے بیج اور پھل کو استعمال کرنے لگیں، بیجوں کی بوائی سیکھ لی اور خوردنی بیجوں کو زیر استعمال لائے۔ زراعت کی اس دریافت نے انسانی زندگی کا دھارا تبدیل کردیا۔

اسی طرح ابتدائی برتن سازی کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ عورت ہی اس فن کی موجد ہے اور ابتدائی ٹوکری برتن بنا کر اسے آگ پر پختہ کرنے کا فن بھی عورت نے ہی مردوں کو سکھایا البتہ اس فن میں جدت، تبدیلی اور انقلاب اس وقت آیا جب کمہار کا پہیہ ایجاد ہوا اور فن برتن سازی میں نمایاں اور انقلابی تبدیلی آگئی۔ اس تبدیلی کی وجہ سے صدیوں بلکہ ہزاروں سالہ قدیم اشتمالی نظام یعنی ابتدائی کمیونزم کو شدید دھچکا لگا کیونکہ چاک پر کم وقت میں زیادہ تعداد میں اور زیادہ نفیس و خوشنما برتن بننے لگے اور زائد پیداوار نے تجارتی معاشی رشتوں کو جنم دیا۔ انسانی تعلقات کی وسعت میں اضافہ ہونے لگا۔ مگر تب تک بھی بلوچستان کی قدیم تہذیب میں عورت کا تقدس قائم تھا اور اسے معاشرے میں مکمل برتری حاصل تھی۔

بلوچستان کا قدیم معاشرہ مدرسری نظام پر مشتمل تھا کہ جس میں پوری سوسائیٹی کی سربراہی ایک عورت کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور عورت ہی خاندان کی سربراہ ہوتی تھی۔ بلوچستان کے طول وعرض میں ہزاروں مٹی کے ٹیلے ماضی کی یادگار کے طور پر ملتے ہیں۔ ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر دیہات میں یہ آثار پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سارے ٹیلوں پر ماہرین آثار قدیمہ تحقیقی کام کر چکے ہیں جس کے نتیجہ میں جہاں ان ٹیلوں سے ہزاروں کی تعداد میں پختہ مٹی کے برتن نکلے ہیں تو ساتھ ہی لاتعداد مٹی کی مورتیاں بھی برآمد ہوئی ہیں۔ یہ تمام مورتیاں عورتوں کی ہیں۔ بلوچستان کے ٹیلوں ژوب، لورالائی، قلات، خضدار، مکران اور مہرگڑھ کی کھدائی کے دوران ایسی لاتعداد مورتیاں برآمد ہوئی ہیں۔ گوکہ ان مورتیوں کی بناوٹ میں فرق ہے مگر یہ سب کی سب عورتوں کی مورتیاں ہیں۔ ماضی کا انسان زمین سے محبت کرتا تھا اور اسے

ماں کا درجہ دیتا تھا لہٰذا یہ تمام مورتیاں اسی زرعی دور کی پیداوار ہیں کہ جب انسان اپنی بقاً کی خاطر زمین کے ساتھ اپنے تمام رشتے جوڑ چکا تھا اور زمین کی زرخیزی اور رزق عطا کرنے کی غرض سے انسان نے اس کی پوجا شروع کی مگر چونکہ زمین کی کوئی واضح صورت ان کے سامنے نہیں تھی لہٰذا عورت کے کردار سے زمین کو تشبیہہ دے کر اس کی مورتیاں بنائی گئیں کیونکہ عورت بھی نسلوں کو جنم دینے اور انہیں پالنے کا کام کرتی ہے جبکہ زمین کا عمل بھی یہی ہوتا ہے۔ اس تصور کی بنیاد پر عورت کے مجسمے بنائے گئے اور اسے زمین سے تشبیہہ دیکر اس کی پوجا شروع کی گئی۔ یقیناً یہ عورت کیلئے زمانہ قدیم کے وحشی ادوار میں بہت بڑا اعزاز اور مرتبہ تھا کہ انسان نے اسے پوجا اور عبادت کے لئے مخصوص کیا۔

بلوچستان کا یہ قدیم اور ابتدائی نظام ہزاروں سالوں پر محیط ہے اور ان ہزاروں سالوں کے سماج پر عورت حاوی رہی ہے۔ اسے تمام تر سماجی اور سیاسی اختیارات حاصل تھے۔ مدرسری نظام کے زوال پذیر ہونے کے باوجود بلوچستان کے قدیم معاشرتی نظام میں عورت کی سماجی حیثیت اور ادب واحترام میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اس کا سماجی مرتبہ اب بھی بلند تھا۔ البتہ سماجی،سیاسی اور پیداواری ادارے مرد کو منتقل ہوتے گئے اور اختیارات کا سرچشمہ بھی مرد قرار پانے لگا۔ لیکن اس عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچنے میں بھی صدیاں لگیں اور تب کہیں اختیارات عورت سے مرد کو منتقل ہوئے۔ مگر اس کے باوجود عورت کو معاشرے میں خاص مقام حاصل رہا اور بہرحال اس کی تقدیس اسی طرح جاری رہی۔

بلوچستان کا سماج قبائلی ہے یہاں آباد اقوام بلوچ اور پشتون ایک طویل تاریخ کے وارث ہیں۔ قبائلی سماج کے کچھ قوانین ہوتے ہیں کہ جو گوکہ برتر سماجی مرتبہ رکھنے والے بااثر افراد ترتیب دیتے اور بناتے ہیں مگر ان قوانین میں کسی کے استحصال سے زیادہ احتیاط کے جذبات زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں رہنے والے لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ایک عورت کا اصل مقام اور مرتبہ کیا ہوتا ہے۔ بلوچ سماج گوکہ قبائلی سماج ہے مگر اس قوم کی تاریخ میں سینکڑوں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ جن میں عورت کا تقدس واضح طور پر نظر آتا ہے۔ سب سے بڑھ کر بلوچی کوڈ آف آنر Balochi Code of Honor یا بلوچی ضابطہ اخلاق

میں عورت کے تقدس اوراحترام کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس مقام کوسمجھنے کی ضرورت ہے اوریقیناً بہترین معاشرتی نظام کے لیے ایسے ضابطے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔ بلوچی کوڈآف آنرکے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

بلوچ ضابطہ اخلاق

1۔ تمام قبائل اور بین الاقبائلی تنازعات کا قبیلہ، سردار اور معتبرین کی کچہری میں بیٹھ کر فیصلہ کرنا اور اس پر کار بند رہنا۔

2۔ سیاہ کار اور سیاہ کارہ کو پناہ نہ دینا۔

3۔ باہوٹ کی حفاظت کرنا ،اورحتیٰ الوسع فریقین کے درمیان سمجھو تہ کر نا۔

4۔ ہمراہی پر اگر اسکا کوئی دشمن حملہ آور ہو تو ہمراہی کا ساتھ دینا۔

5۔ قول وزبان کی پابندی کرنا۔

6۔ مجلس وکچہری میں ننگے سر نہ بیٹھنا۔

7۔ گھر میں داخل ہوتے وقت جوتے باہر نکالنا۔

8۔ سادات کا احترام کرنا۔

9۔ مجلس میں پاؤں نہ پھیلانا۔

10۔ خواتین کے سامنے نا شائستہ کلام اور نازیبا حرکت نہ کرنا۔

11۔ جھوٹ نہ بولنا اور جھوٹی افواہیں نہ پھیلانا۔

12۔ دشمن کو للکارنا اور اپنا نام ونسب اور وجہ قتال ظاہر کرکے حملہ کرنا۔

13۔ پیٹھ پیچھے سے دشمن پر حملہ نہ کرنا۔

14۔ عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانا۔

15۔ بھاگ جانے والے دشمن کا تعاقب نہ کرنا۔

16۔ لڑائی کے دوران جب کوئی سید درمیان میں آجائے تو جنگ سے ہاتھ روکنا۔

17۔ اگردشمن کی عورتیں باہر نکل کر لڑائی روکنے کی درخواست کریں تو ان کا احترام کرنا۔

18۔ کمتر ذات کے لوگوں اور ہندوؤں کو قتل نہ کرنا۔

19۔ جنگ میں گرفتار ہونے والے قیدی کو نہ تو قتل کرنا اور نہ اذیت دینا''۔[۱۶]

بلوچ عورت اور وسطی عہد کا بلوچ سماج

بلوچی رومانوی کہانیاں اورعورت

ان درج بالا نکات میں کئی جگہوں پر عورتوں کا تذکرہ اورمختلف حالات میں ان کے ساتھ سلوک کے تذکرے ملتے ہیں۔ بلوچ تاریخ ایک ایسی تاریخ ہے کہ جس میں زندگی کے ہرشعبہ میں عورت سرگرم نظرآتی ہے۔ بلوچ تاریخ میں مہمان نوازی،جنگی کارنامے، صعوبت سفر،سماجی زندگی اوررومانوی کہانیوں میں بلوچ عورت اپنے پورے وجوداورمکمل کردار کے ساتھ نظرآتی ہے۔ اگربلوچی کی رومانوی داستانوں کویکجا کیاجائے توشایدرومانوی کرداروں کی اتنی بڑی تعداددیگرتمام ثقافتوں میں ایک ساتھ نظرنہ آئے مگربلوچی کی رومانوی تاریخ اتنی بھرپورہے کہ جوبلوچ تاریخ کوایک الگ باب عطاکرتی ہے۔

ساری عشقیہ داستانوں کوعورت جنم دیتی ہے۔ حانی شہ مرید،بیبرگ گراں ناز، شہداد مہناز،عزت ومہرک،سمو مست توکلی[۱۷] سسی پنوں[۱۸] حتیٰ کہ ایک طویل فہرست ہے کہ جن سے بلوچی رومانوی تاریخ ترتیب پاتی ہے ان میں سے ہرکہانی میں عورت کارول بنیادی اوراہم ترین ہے اوراہم ترین بات یہ کہ ان کرداروں میں سے کوئی بھی کرداردیگراقوام کی رومانوی کرداروں کی طرح قتل نہ ہوااورنہ ہی اسے کاری کی بدترین رسم کاسامنا کرناپڑابلکہ ان کرداروں میں سے بعض میاں بیوی کے روپ میں ہی بعدازاں تاریخ میں نظرآتے ہیں۔

علم وادب اوربلوچ عورت

اس میدان میں بھی بلوچ خواتین مردوں سے پیچھے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اس میدان میں علم وادب کے ایسے چراغ روشن کیے ہیں کہ جن کی لوسے ایک وسیع جہاں منورہوا۔ بھلارابعہ خضداری کے نام سے کون واقف نہیں کہ جنہوں نے صدیوں پیشتر فارسی زبان میں ایسی

شاعری کی کہ خودفارسی کے بڑے بڑے شعرأ کرام ان کا کلام حیرت واستعجاب سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح بلوچی رومانوی کرداروں کی ملکہ حانی بلوچی زبان کی انتہائی بلندپایہ شاعرہ تھیں۔ دورجدیدمیں بھی کئی دیگرنام اس وسیع اورمشکل میدان میں ملتے ہیں کہ جواپنے ذوق اورشوق کی تکمیل کررہیں ہیں اورمشاعروں اورمحافل میں مردوں کے شانہ بشانہ نظرآتی ہیں۔

سیا سی میدان اوربلوچ خواتین

دورجدیدکی سیاست میں کئی خواتین اسمبلیوں میں بیٹھی ہوئی ہیں اور اہم وزارتوں کے قلمدان سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان سیاستدان خواتین میں سے کئی ایسے مشہورومعروف نام بھی ہیں کہ جن کاتعلق بلوچستان سے ہے۔ ان کی فہرست بھی کافی طویل ہے۔

بلوچ جمالیات کابہترین عکس بلوچی کشیدہ کاری والی ملبوسات

اسی طرح بلوچ خواتین کے کشیدہ شدہ ملبوسات وقار، جاذبیت ،رعنائی،دلکشی،خوبصورتی اورجمالیات میں اپناثانی نہیں رکھتے اگرنابرابری اورغیرمساوات کی بات ہوتی توبلوچ معاشرہ میں عورت اس حدتک خوبصورت کپڑے ہرگزاستعمال نہ کرتی بلکہ یہ بات بلوچ خواتین اچھی طرح جانتی ہیں کہ ان کے مرد چاہے شوہر ہویاوالد، بھائی ہویابیٹاسب ہی گھرکی خواتین کوبلوچی کپڑے زیب تن کرنے پر اصرارکرتے ہیں حالانکہ بلوچی کپڑے باقی ثقافتی کپڑوں کی نسبت زیادہ خوبصورتی اورجاذبِ نظرہوتے ہیں اورانتہائی مہنگے بنتے ہیں۔ اس سے ہی پتہ چلتاہے کہ بلوچ معاشرے میں عورت کومساوات ہی نہیں بلکہ مردکی نسبت زیادہ آزادی اور ساتھ ہی تحفظ بھی حاصل ہے۔عورت کے احترام کا یہ عالم ہے کہ اگروہ کسی جاری قبائلی جنگ کے دوران میدان جنگ میں آجائے اوردونوں فریقوں کے مابین پڑجائے تووہ جنگ رک جاتی ہے اورفریقین مزیدخونریزی کیے بغیراپنے اپنے راستوں کوچلے جاتے ہیں۔ اگرعورت ساتھ ہوتودشمن حملہ نہیں کرتا[۱۹] اوراگرعورت اپنادوپٹہ کسی مردکے پیروں میں رکھ دے تووہ خون بھی معاف کردیتاہے۔[۲۰] الغرض ایسی ہزاروں مثالیں بلوچ تاریخ میں تحریرہیں۔

میدانِ جنگ اوربلوچ عورت

جنگوں میں بلوچ خواتین کا کردار نہ صرف نظرآتا ہے بلکہ وہ ہرجگہ کمان کرتی ہوئی نظرآتی ہیں۔ کمبرانی دورحکومت میں مائی بیبو کے بارے میں جب معلومات ملتی ہیں تو بڑی حیرت ہوتی ہے کہ وسطی دورمیں بھی کہ جب دنیا کی کئی اقوام وحشیوں جیسی زندگی گذاررہے تھے اور عورتوں کے لیے تو ایسے معاشروں میں کوئی مقام نہ تھا ان کی حیثیت ماسوائے ایک فالتو پرزے اوربچے جننے والی حیوان کے اور کچھ نہ تھا۔ مائی بیبو میر احمدخان اول کی بہن تھی۔ میر احمد خان اول 1666ء میں قلات میں برسرِاقتدارآئے اورسبی کے باروزئیوں کے ساتھ ان کی طویل جنگیں ہوئیں۔ میراحمد مسلسل پندرہ لڑائیوں میں شکست کھاتے رہے اورآخرکاردلبرداشتہ ہوگئے۔ ان حالات میں ان کی بہن مائی بیبو نے افواج کی قیادت سنبھالی اورسبی پرحملہ آورہوئی گوکہ اس جنگ میں ان کی موت واقع ہوگئی مگرسبی بعدازاں قلات کے زیرِتصرف آگیا۔۲۱ اسی طرح برطانوی عہدمیں پہلی جنگ عظیم کے دوران مغربی بلوچستان کے بلوچ قبائل نے جرمنی اورترکی کی حمایت میں برطانیہ کے خلاف جنگ کاآغازکیااورطویل عرصہ تک برطانیہ کی ناک میں دم کیے رکھا۔ جلیانوالہ باغ کے قاتل جنرل ڈائرکوان قبائل کی سرکوبی کی خاطرروانہ کیاگیاتواسے بھی طویل عرصہ تک ان جنگجوقبائل نے خوب ستایا۔ ان بلوچ قبائل میں محمودزئی، گمشادزئی اورچنددیگرسرحدی قبائل شامل تھے۔ ان تمام قبائل کے سردارمختلف تھے مگران کی مشترکہ قیادت گل بی بی نامی ایک بلوچ خاتون کررہی تھی کہ جس کاشوہراپنے قبیلہ کاسردارتھامگرسپاہ کی قیادت گل بی بی کے ہاتھوں میں تھی۔۲۲ آج بھی بلوچ خواتین جانتی ہیں کہ انہیں اپنے معاشرے میں یکساں اہمیت حاصل ہے بلکہ وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ بحیثیت عورت کے ان کی حیثیت مردوں کی نسبت زیادہ ہے۔ بلوچ معاشرہ میں کم ازکم اس حوالے سے کوئی تنگ نظری نہیں پائی جاتی۔ اگرپسماندگی ہے تواس کی وجہ ہرگزیہ نہیں کہ بلوچ عورت کے ساتھ ناانصافی کی جاتی ہے تواسی وجہ سے بلوچ معاشرہ پسماندہ ہے۔ حالانکہ یہ بالکل درست نہیں، بلکہ بلوچ معاشرے کی پسماندگی اوردرماندگی کی دیگربہت ساری وجوہات ہیں۔

بلوچ معاشرے میں عورت کوانتہائی پراعتمادساتھی اوردوست سمجھاجاتاہے کہ جونہ صرف

بچے جنم دیتی ہے بلکہ اپنے مرد کے شانہ بشانہ مال مویشی چراتی ہے،فصلوں کی بوائی اور کٹائی میں وہ مکمل طور پر مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہے،بھیڑ بکریوں کا دودھ دوھتی ہے اور گھر بار بھی سنبھالتی ہے۔ کسی نے بلوچ معاشرے کی عورت کے بارے میں درست کہا ہے کہ ''عورت بلوچ ثقافت کی ایماندار ترین امانت دار ہے وہ بلوچی زبان کی جفاکش محافظ اور چرواہن ہے۔''۲۳

الغرض بلوچ معاشرے میں بلوچ عورت کی جائز معاشرتی اور ذاتی آزادی کے لیے کی کافی گنجائش ہے بشرطیکہ وہ اخلاقی بے راروی اور شرعی حدود کی خلاف ورزی نہ کرے، مگر غربت، افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے چونکہ بلوچ معاشرے کی بڑی اکثریت تعلیم جیسی نعمت سے محروم ہے اور حکومتی سطح پر بھی کبھی بلوچستان کے دور دراز علاقوں کو اہمیت نہیں دی گئی اور خصوصاً تعلیم کے شعبہ کو تو مکمل طور پر نظرانداز کیا گیا لہٰذا علم کی کمی نے ابھی تک بلوچ معاشرے کی خوبیوں سے دنیا کو بہرہ مند نہیں کیا وگرنہ یہ معاشرہ اور اس میں موجود احترام کے جذبات سے یقیناً ایک بڑی خلقت مستفید ہوجاتی۔ بسااوقات مذہبی احکامات کی غلط پرچار کے ذریعے لوگوں اور بالخصوص بچیوں کو تعلیم سے دور رکھا گیا وگرنہ بلوچ معاشرہ اعتماد کی بنیادوں پر استوار ہوا ہے اور اس معاشرے میں حقوق کی تقسیم کو ہمیشہ مقدم سمجھا گیا ہے۔

ماحصل (Conclusion)

عورت کا اصل مسئلہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ اسے تعلیم ملے، یا اسے سیاست میں برابری ملے یا پھر دیگر اداروں میں اسے مرد کے شانہ بشانہ کام کرنے دیا جائے بلکہ عورت کا اصل مسئلہ اس مقام اور مرتبہ کا حصول ہے کہ جسے معاشرہ بہرحال نظرانداز کر چکا ہے۔ آج عورت کو تعلیم ،نوکری، اور وسائل تک پہنچنے کی جتنی آزادی حاصل ہے اس سے قبل شاید ہی اس کی کوئی مثال ملے مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس آزادی نسواں نے سماجی بے راروی میں بھی بے پناہ اضافہ کیا ہے جس کی وجہ سے آج عورت اپنے آپ کو ماضی کی نسبت زیادہ غیر محفوظ سمجھتی ہے۔ شہروں میں، کہ جہاں آزادی نسواں اپنے عروج پر ہے ،عورت زیادہ غیر محفوظ خیال کی جاتی ہے۔ اگر دیہات میں پسماندگی یا غربت ہے تو کم ازکم اتنا تو ہے کہ کسی خاتون کو دیکھ

کرمرد حضرات آنکھیں جھکالیتے ہیں جبکہ شہری اورزیادہ آزادماحول میں عورت زیادہ کمزور اور غیرمحفوظ ہوگئی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک نے عورت کوسرمایہ کے حصول کاایک بہترین ذریعہ بنایااوراس کے لیے عورت کے جسم کواستعمال کیاگیا۔ میڈیانے عورت کوصرف ایک symbol بنایااوراسے انتہائی بیہودہ لباس کے ساتھ سکرین پرپیش کرکے اسے حصول زرکاذریعہ بنایااوربدقسمتی سے اس عمل کوآزادی نسواں کانام دیا۔ ان ترقی یافتہ اورسرمایہ دارممالک کواٹھاکردیکھیں کہ وہ کس حدتک حقوق نسواں کاخیال رکھتے ہیں۔ امریکہ یایورپ جیسے ترقی یافتہ معاشروں میں عورت کوصرف خواہشات کی تکمیل کاذریعہ بنایاگیاہے اوراسی عمل کوآزادی نسواں کانام دیاگیاہے۔ ایک مہذب اقدارکامالک انسانی معاشرہ کم ازکم یورپ اورامریکی معاشروں کی تقلیدنہیں کرسکتاکہ جہاں پیسہ اورعورت ہی صرف اورصرف زندگی کامقصدہیں۔

بدقسمتی سے آج ہمارامعاشرہ بھی انہی قبیح اوربدترین راستوں پرچل نکلاہے اورانہی ذرائع کوذریعہ حصول رزق بنارہے ہیں کہ جن پرمذکورہ بالامعاشرے استوارہیں۔ یقیناًوہ معاشرہ کہ جہاں صرف عورتوں کوہی آزادی اورمساوات حاصل نہیں ہوتی بلکہ تمام ترانسانوں کے حقوق کااحترام کیاجاتاہے تب تک قائم ودائم رہتے ہیں جب تک یہ اوصاف ان میں ہوتی ہیں جوں ہی معاشرہ سے احترام انسانیت نکل جاتا ہے تووہ معاشرہ بھی فناکے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ موجودہ دور میں بھی لاتعداد خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کررہی ہیں اورزندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی موجودگی کااحساس دلارہی ہیں مگرضرورت اس امرکی ہے کہ انہیں معاشرہ میں برابری کے ساتھ ساتھ عزت،مرتبہ اورمقام بھی مل جائے اوروہ معاشرتی ترقی اورملکی بقامیں آزادانہ اوربلاخوف اپناکرداراداکرسکیں اوریہی وہ کھویاہوامقام ہے کہ جسے عورت کوواپس لوٹاناہے یعنی اس کااحترام اوراس کاحقیقی معاشرتی رتبہ۔

حوالہ جات

۱۔ سبط حسن، *موسیٰ سے مارکس تک*، دانیال، کراچی، ۲۰۰۹ء، پندرھواں ایڈیشن، ص ۱۱-۲۳۔
۲۔ بلوچ، فاروق، *بلوچستان کے تہذیبی نقوش*، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۲۶۴۔
۳۔ سبط حسن، *ماضی کے مزار*، دانیال، کراچی، ۲۰۰۲ء، تیرھواں ایڈیشن، ص ص ۱۰۲-۱۲۶۔
۴۔ توراکینہ قاضی، *سائرس اعظم*، شاہکار بک فاؤنڈیشن، کراچی، سال اشاعت ندارد، ص ۱۹۔
۵۔ سبط حسن، ۲۰۰۲ء، ص ص ۱۲۷-۱۴۶۔
۶۔ یحییٰ امجد، *تاریخ پاکستان قدیم دور*، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ص ۲۲۳، ۲۳۲۔
۷۔ ہیروڈوٹس، *دنیا کی قدیم ترین تاریخ*، مترجم: یاسر جواد، نگارشات، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰۲۔
۸۔ ایضاً، ص ۱۰۲۔
۹۔ ایضاً، ص ص ۱۰۲-۰۳۔
۱۰۔ ونسنٹ۔ اے سمتھ، *قدیم تاریخ ہند*، مترجم: محمد جمیل الرحمٰن، تخلیقات، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۲۵۔
۱۱۔ ہیروڈوٹس، ص ۱۰۲۔
۱۲۔ ایضاً، ص ص ۰۳-۱۰۲۔
۱۳۔ ولیم۔ ایل لینگر، *انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم* جلد اول تاریخ اسلام، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۸ء، تیسرا ایڈیشن، ص ص ۱-۸
۱۴۔ کارل مارکس، *ہندوستان کا تاریخی خاکہ*، مترجم: احمد سلیم، تخلیقات، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۷۷۔
۱۵۔ بلوچ، فاروق، ص ۵۵۔
۱۶۔ بلوچ، ذکیہ سردار، *سرمست بلوچستان*، بلوچی اکیڈمی، کوئٹہ، ۱۹۶۵ء، ص ۱۰۔
۱۷۔ شفیع عقیل، *پاکستان کی لوک داستانیں*، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص ص ۲۴۹-۳۰۵۔
۱۸۔ شفیع عقیل، *سسی پنوں*، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء، ص ۱۳۷۔
۱۹۔ بلوچ، *ذکیہ سردار*، ص ۱۰۔
۲۰۔ ایضاً، ص ۱۰۔
۲۱۔ نصیر، میر گل خان، *تاریخ بلوچستان*، قلات پبلشرز، کوئٹہ، ۲۰۰۰ء، ص ۱۷۔
۲۲۔ ڈائر، *بلوچستان کے سرحدی چھاپہ مار*، مترجم: میر گل خان نصیر، قلات پبلشرز، کوئٹہ، ۱۹۸۴ء، ص ۱۲۔
۲۳۔ شاہ محمد مری، بلوچ سماج میں عورت کا مقام، سنگت اکیڈمی، کوئٹہ، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۔

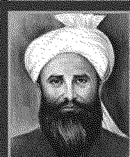

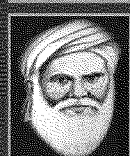

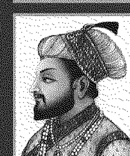
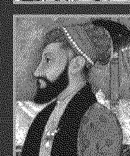

Mughal-Afghan Relations in South Asia

History and Developments

Himayatullah Yaqubi

National Institute of Historical and Cultural Research
Centre of Excellence, Quaid-i-Azam University, Islamabad
2015